علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

پروفیسر محمد ظہیر قندیل، صدر شعبہ اردو، کیڈٹ کالج، حسن ابدال

ابنِ انشا کے سفرناموں میں اسلوب، مزاح اور فکری جہات: تنقیدی مطالعہ

A Critical and Analytical Study of Ibn-e-Insha's Travelogues: Style, Humor, and Intellectual Dimensions

Prof.Muhammad Zaheer Quindeel, HoD Urdu Department, CCH

Abstract

This study critically examines the travelogues of Ibn-e-Insha, focusing on his distinctive narrative style, humor, and intellectual depth. It explores how Ibn-e-Insha transformed traditional travel writing into a unique literary form by blending wit, satire, and personal observation. Unlike conventional travel writers, he does not merely document places and events; instead, he presents them through a humorous and reflective lens that engages readers on multiple levels. The research analyzes his major travelogues, highlighting his use of linguistic playfulness, situational humor, and comparative techniques. His writing often juxtaposes Eastern and Western cultures, exposing social contradictions while maintaining a light and entertaining tone. The study also considers critical perspectives on his work, particularly the debate regarding the balance between humor and informational content in his travel narratives. Furthermore, the paper discusses how Ibn-e-Insha's travelogues go beyond entertainment and offer subtle commentary on social, cultural, and intellectual conditions. His ability to turn ordinary experiences into meaningful literary expressions establishes him as a significant figure in Urdu travel literature. This research concludes that his work represents an innovative fusion of travel writing and humor, contributing a distinctive voice that continues to influence later writers.

Keywords: Ibn-e-Insha ,Travel Writing , Humor and Satire, Narrative Style, Urdu Literature, Cultural Analysis

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ملخص:

یہ مقالہ ابنِ انشا کے سفر ناموں کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے، جس میں ان کے منفرد اسلوبِ بیان، مزاح اور فکری پہلوؤں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ ابنِ انشا نے روایتی سفر نامہ نگاری کو ایک نئے ادبی انداز میں ڈھالا، جہاں محض مقامات اور واقعات کی تفصیل کے بجائے شگفتگی، طنز اور ذاتی مشاہدات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس تحقیق میں ان کے اہم سفر ناموں کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ وہ لسانی چابک دستی، موقع محل کے مزاح اور تقابلی تکنیک کے ذریعے اپنے بیانیے کو دل چسپ بناتے ہیں۔ وہ مشرقی اور مغربی معاشروں کا موازنہ کرتے ہوئے معاشرتی تضادات کو نہایت لطیف انداز میں پیش کرتے ہیں۔ یہ سوال کہ آیا ان کے سفر ناموں میں معلوماتی پہلو مزاح کے مقابلے میں کمزور پڑ جاتا ہے یا نہیں۔ مزید بر آں، یہ مقالہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ ابنِ انشا کے سفر نامے محض تفریح نہیں بلکہ فکری اور سماجی شعور کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ ان کی تحریر عام تجربات کو بامعنی ادبی اظہار میں بدل دیتی ہے، جس کے باعث وہ اردو سفر نامہ نگاری میں ایک منفرد اور اہم مقام رکھتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: ابنِ انشا، سفر نامہ نگاری، طنز و مزاح، اسلوبِ بیان، اردو ادب، ثقافتی تجزیہ

زندگی حرکت کا دوسرا نام ہے۔ جمود میں موت ہے۔ سفر حرکت کے باعث ہی ممکن ہوتا ہے۔ انسان نے پہلا سفر آسمان سے زمین تک کیا تو گویا اس جہان کی ابتدا ہی سفر سے ہوئی۔ یوں تو زندگی خود ایک سفر ہے۔ حرکت، بُعد، محسوسات، ندرت، اور لطافت کے اجزا جب مرتب کیے جائیں تو سفر نامہ تخلیق پاتا ہے۔ اس باب میں ہم ابنِ انشا کے تمام سفر ناموں کا تنقیدی جائزہ بھی لیں گے اور مزاح کے لفظی، لسانی و بیانی اسلوب کا جائزہ بھی لیں گے۔ اس کے علاوہ ابنِ انشا کے سفر ناموں میں ان کی واقعاتی مزاح نگاری کی ہنر مندی بھی ملاحظہ کریں گے۔

ابنِ انشا کے سفر نامے

ابنِ انشا کو نیشنل سینٹر کے ڈائریکٹر اور یونیسف کے پاکستان میں نمائندہ ہونے کے سبب سیر و سیاحت کے جو مواقع حاصل ہوئے، انھوں نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے سفر نامہ نگاری کی زبان کو ایسا اندازِ بیان بخشا کہ جس سے متاخرین متاثر تو ہوئے مگر وہ انداز اپنا نہ سکے۔ ابنِ انشا کے سفر نامے ایک نئی دنیا کے در وا کرنے کا سبب بنے ہیں۔ وہ نئی

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

دنیا ان کا اندازِ تحریر ہی ہے جس نے سفر نامے کو شگفتہ نامہ بنا دیا ہے۔ ابنِ انشا کے چار سفر نامے ان کی زندگی میں شائع ہوئے اور پانچواں ان کی وفات کے بعد مرتب کیا گیا۔

چلتے ہو تو چین کو چلیے (مطبوعہ اگست ۱۹۶۷)

ان کی چین یاترا کو طباعت میں اوّلیت حاصل ہے۔ اپریل ۱۹۶۶ء میں پاکستان اور چین کے ثقافتی طائفے آپس میں تبادلوں کے باعث پاکستانی ادیبوں کے ایک وفد کو بھی چین کی ثقافت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اس وفد میں مغربی پاکستان سے ابنِ انشا کے علاوہ پیر حسام الدین راشدی، ڈاکٹر وحید قریشی، پروفیسر وقار عظیم، اعجاز بٹالوی اور مشرقی پاکستان سے پرنسپل ابراہیم خان، کوی جسیم الدین اور ڈاکٹر انعام الحق جیسی شخصیات موجود تھیں۔ ابنِ انشا ان دنوں جنگ میں کالم لکھا کرتے تھے۔ انھوں نے سفر کے دوران جو کالم لکھے اور اپنے سفر کی روداد کو اقساط کی شکل میں پیش کرتے رہے۔ پھر انھی کالموں کو کچھ ترامیم کے بعد کتابی شکل دے دی گئی۔ جو غیر متوقع طور پر مقبولیت کی بلندیوں کو چھو گئی۔ اس سفر نامے کی اشاعت کے بعد اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا جس کے باعث انھیں مزید حوصلہ ہوا۔

۱۹۶ صفحات پر مشتمل چین کا یہ سفر نامہ اس لیے بھی منفرد ہے کہ اردو ادب میں عام طور پر یورپ کی سیاحت کے سفر نامے لکھے گئے تھے یا حرمین شریفین اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارات کو سفر ناموں کا موضوع بنایا گیا تھا۔ جس زمانے میں ابنِ انشا نے چین کا سفر کیا تھا۔ چین ابھی ترقی کی جانب گام زن تھا۔ چینی قوم خوابِ غفلت سے ابھی تازہ تازہ بیدار ہوئی تھی۔ ابنِ انشا کو چینی ادب سے رغبت پہلے سے تھی۔ انھوں نے کچھ چینی نظمیں منتخب کر کے ان کا ترجمہ بھی اردو میں "چینی نظمیں" کے نام سے شائع کیا ہوا تھا۔ ابنِ انشا نے سفر ناموں کی دنیا میں جدّت سے بہت کام لیا ہے۔ ان کے سفر ناموں اور طنز و مزاح کی کتابوں میں کارٹون لازماً شامل ہوتے تھے۔ اس سفر نامے میں انھوں نے ایک کارٹونسٹ زیدی کے بنائے ہوئے کارٹونوں کو زینت بنایا ہے، بل کہ یوں کہنا چاہیے ان کارٹونوں نے سفر نامے کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ ابنِ انشا پہلے سفر نامہ نگار ہیں جنھوں نے تحریر و تصویر کے ساتھ کارٹون بھی اپنے سفر ناموں میں شامل کیے ہیں۔ کارٹون مزاح کی حربوں میں

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ایک اہم تکنیک سمجھے جاتے ہیں۔ چین جس تیزی سے اس زمانے میں ترقی کر رہا تھا، ابنِ انشا اس پر حیرانی کا اظہار جا بہ جا کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک مقام پر کچھ یوں لکھتے ہیں:

> "ایک صاحب ۱۹۵۸ء کے اداسط میں وہاں تھے تو کچھ نہ تھا۔ ۱۹۵۹ء کے یومِ انقلاب پر گئے تو حیرانی ہی حیرانی۔ الہ دین نے اپنی عروس کے لیے رات بھر میں محل کھڑا کر دیا تھا جو اس کے چراغ کے جن کا کارنامہ تھا۔ الہ دین چین کا تھا اس کا جن بھی چینی ہو گا۔ لہٰذا خیال ہوتا ہے کہ ایسی باتیں چین ہی میں ہو سکتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ چراغ غیر کے قبضے میں گیا تو الہ دین کا محل بھی غائب ہو گیا۔ ماؤزے تنگ کا چراغ محنت کا جادو ہے اسے زوال نہیں اسی محنت کو چراغ جانیے"[1]

چین میں ابنِ انشا کو طرح طرح کے تجربات کا سامنا کرنا پڑا۔ چین کے معمولات اور روزمرہ زندگی کا بھی مشاہدہ کیا اور وہاں کی عظیم الشان عمارات کی تاریخ بھی بیان کی۔ عجائب گھر میں بھی گئے اور گلی محلوں میں بھی پھرے۔ ان میں گرم پانی کے مشروب سے ہر ایک کی تواضع کا تذکرہ بھی ہے۔ آپ کا یہ انداز انفرادیت کا حامل ہے۔ آپ کی گفتگو کا سلیقہ دیکھیے، کہتے ہیں:

> "کھانے پینے کی باتیں پھر کبھی کر لیں گے، فی الحال پینے پر توجہ دیں۔ عام آدمی کے لیے سب سے بنیادی مشروب گرم پانی ہی رہا ہے، اور یہ روایت نئی نہیں بلکہ صدیوں پرانی ہے۔ یا تو گھر میں پانی گرم کیا جاتا ہے یا بازار میں بڑی دیگوں سے تھوڑی قیمت پر حاصل کر لیا جاتا ہے۔ طالب علم جب اسکول یا کسی سیر و تفریح پر جاتا ہے تو اس کے بستے کے ساتھ ایک مگ لازماً ہوتا ہے۔ اگر کچھ مزید آسائش درکار ہو تو پانی میں چند چائے کی پتیاں ڈال کر اسے ذائقہ دار بنا لیا جاتا ہے، اور یہی مشروب ہر جگہ پیشِ خدمت رہتا ہے"[2]

---

[1] ابنِ انشا، چلتے ہو تو چین کو چلیے، دہلی: ادبی دنیا، اردو بازار، ۱۹۷۹ء، ص ۲۹

[2] ابنِ انشا: چلتے ہو تو چین کو چلیے، ص ۲۷

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ابنِ انشا کے اس سفر نامے میں مزاح نگاری کا تیکھا پن اور اوّلین نقش پایا جاتا ہے۔ ان کی حسِ مزاح نے کئی غیر اہم تجربات کو بھی پر لطف بنا دیا ہے۔ ان کے مزاح کی تقابلی تکنیک پورے عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ چین میں چار ہفتوں کے قیام کے بعد یہ تاثر ملا کہ وہاں نظم و ضبط اس قدر سخت ہے کہ روزمرہ کی بہت سی "آزادیاں" محدود نظر آتی ہیں۔ ہمارے ساتھیوں نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ عوامی مقامات پر گندگی پھیلانے، بے ترتیبی سے گاڑی چلانے یا من مانی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ خریداری میں بھی بھاؤ تاؤ کا رواج نہیں بلکہ ہر چیز طے شدہ قیمت پر ملتی ہے، جبکہ ہوٹلوں اور دیگر خدمات میں انعام و اکرام کا تصور بھی کم دکھائی دیتا ہے۔ مزید یہ کہ جرائم، بھیک مانگنے اور دیگر سماجی برائیوں پر سخت پابندیاں ہیں، جس کے باعث معاشرہ نہایت منظم مگر کچھ لوگوں کے نزدیک غیر روایتی حد تک محدود محسوس ہوتا ہے۔

ابنِ انشا کا مخصوص شگفتہ و شیریں لب و لہجہ کہیں بھی قاری کو اِدھر اُدھر بھٹکنے نہیں دیتا۔ وہ قاری کی انگلی ایسے تھام لیتا ہے کہ قاری انشا کے میٹھے اور گہرے طنز میں بھی حلاوت کا ذائقہ محسوس کرتا ہے۔ وہ کئی مقامات پر اپنے ہم وطنوں کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہیں مگر کہیں بھی انھیں چبھن یا تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ ان کی یہ نمک پاشی دراصل ایک مرہم ہے اور ایک علاج ہے جو ابنِ انشا بہ حیثیت ایک محبِ وطن کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ فتح محمد ملک کہتے ہیں کہ اس سفر سے بار بار امت کے زوال کے اسباب نمایاں ہوتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ ہم ایک بار پھر پسماندگی کا شکار ہیں، بس فرق یہ ہے کہ پہلے علمی کمی تھی اور آج عملی کمزوری ہے۔ مغربی اثرات احساسِ کمتری بڑھاتے ہیں، جبکہ چین جیسے مشرقی معاشرے کو دیکھ کر خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے ایک فکری قربت محسوس ہوتی ہے۔[3]

یہ سفر نامہ مکمل طور پر صرف طنز و مزاح پر مبنی نہیں ہے۔ اس سفر نامے کے آخری کئی ابواب میں چین کے انقلابی لانگ مارچ کی کہانی بہت تفصیل سے بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ جنگ عظیم کے دوران جاپانیوں کے ظلم و تشدد کی داستانیں بھی رقم کی گئی ہیں۔ یہاں ابنِ انشا انتہائی حساس اور ذمہ دار سفر نامہ نگار کے طور پر نظر آتے ہیں۔ جو چین کے بارے میں

---

[3] فتح محمد ملک: تبصرہ: چلتے ہو تو چین کو چلیے، لاہور: ماہ نامہ فنون، شمارہ ۴، ۱۳ اشاعت ۱۹۶۸ء ص ۴۷۸۔۴۷۹

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

حقائق عام عوام تک پہنچا رہے ہیں۔ چین کے عوام کے اپنی قوم کے لیے خلاص اور جاں نثاری کی کئی حکایتیں اس سفر نامے کو ایک انتہائی اہم دستاویز بھی بنا دیتی ہیں۔ وہ اس مکمل داستان کو بیان کرنے کا سبب یہ بیان کرتے ہیں:

> "ہمیں اپنے سفر نامے کے درمیان اس حکایت طویل و لذیذ کو اس لیے لانا پڑا کہ اس کے بغیر چین کے موجودہ حکمران انقلابیوں کی سخت کوشی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ نئے چین کی پرانی نسل ہو یا نئی۔ اس مہم اور اس کے سانحات کی چھاپ سبھی کے ذہنوں پر ملے گی۔ اس واقعہ کے متعلق گیت بھی ہیں ڈرامے بھی، فلمیں بھی ناول اور کہانیاں بھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ماؤزے تنگ اس مہیب مہم میں سے گزر کر ہی ماؤزے تنگ بنا۔ عوام کے دلوں کا حکمران جس کا کوئی حریف نہیں ہے۔"[4]

آوارہ گرد کی ڈائری (مطبوعہ جولائی ۱۹۷۱ء)

پاکستان نیشنل سینٹر کے سربراہ بنتے ہی ابنِ انشا کو یونیسکو UNESCO جو کہ اقوامِ متحدہ کا ایک ذیلی ادارہ ہے، کی نمائندگی کا بھی اعزاز حاصل ہوا۔ یونیسکو والوں نے انھیں دسمبر ۱۹۶۳ء اور جنوری ۱۹۶۴ء میں ایران اور سری لنکا کے سفر مواقع فراہم کیے۔ اس کے بعد انھیں ۱۹۶۷ء میں یورپ اور مشرقِ وسطیٰ میں ایک طویل مطالعاتی فیلوشپ کے لیے منتخب کیا گیا۔ ان دوروں میں وہ کئی ممالک کی سیر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ابنِ انشا کے یہ سفر نامے بھی کالموں کی شکل میں اخبارات میں شائع ہوتے رہے جنھیں بعد میں کتابی شکل میں ۱۹۷۱ء میں منظرِ عام پر لایا گیا۔ اس سفر نامے میں بھی کچھ تصاویر اور کچھ کارٹون جو جمشید انصاری کے بنائے ہوئے ہیں، شامل کیے گئے ہیں۔

انگلستان کے علاوہ جرمنی، فرانس، وارسا، پراگ، سوئیٹرز لینڈ، ہالینڈ، مصر اور لبنان وغیرہ کے سفر انھوں نے کیے مگر ان کے اس مجموعے میں کئی شہروں کا ذکر تو انھوں نے کیا مگر وہاں کے احوال اس لیے بیان نہ کر سکے کہ وہ ان پر اپنی مصروفیت کے باعث کالم نہیں لکھ سکے جس کی وجہ سے وہ اس سفر نامے میں شامل ہونے سے رہ گئے۔ بارہ ولایتوں اور ستائیس شہروں کا کچھ حال انھوں نے اس سفر نامے میں لکھ دیا۔ اس سلسلے میں وہ اس سفر نامے کے پیش لفظ "سرِ راہے" میں لکھتے ہیں۔

---

[4] ابنِ انشا: چلتے ہو تو چین کو چلیے ص ۱۸۹

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"۱۹۶۷ء کے اواخر میں ہم یونیسکو کی دعوت پر یورپ اور مشرق وسطیٰ کے ملکوں کے دورے پر گئے تھے۔ وہاں جو کچھ ہم پر اور ان ملکوں پر ہمارے ہاتھوں گزرتی رہی بے کم و کاست رقم کر کے اخبار میں بھیج دیا کرتے تھے پچھلی قسط میں کیا لکھا تھا۔ یہ کبھی یاد نہ رہا۔ چونکہ ہمیں جم کر لکھنے کی کبھی عادت نہیں رہی لہٰذا جو رہ گیا سو رہ گیا۔ مثلاً چیکو سلوویکیا کی راجدھانی پراگ میں ہم نے جو چار بوہیمین دن گزارے، وہ یادگار دن تھے۔ سوچا ان پر ذرا بیٹھ کر دلجمعی سے لکھیں گے۔ سو یہ نہ ہوا۔ وہ دن کبھی نہ آیا۔ وارسا کی یاترا کی روداد بھی نہ لکھ سکے کہ اب کون لکھے۔ یہی حال برن (سوئٹزرلینڈ) کے احوال کا ہے۔ اب تو ان کی یاد میں سپنوں کے سمان ہیں۔"[5]

اس سفر نامے میں بھی ان کی شگفتگیِ طبع کے باعث مزاح کا پہلو غالب ہے۔ ابنِ انشا کوئی باقاعدہ سیاح تو تھے نہیں۔ وہ ایک کالم نگار تھے۔ یونیسکو کے نمایندے تھے۔ ان کے سارے سفر تفریح سے زیادہ فرائضِ منصبی کو نبھانے کے سلسلے میں کیے گئے تھے۔ مگر ابنِ انشا کی یہ صفت ہے کہ وہ اس کام کو بھی تفریح بنا لیتے ہیں۔ ان کے سفر نامے باقاعدہ سفر نامے کے بنیادی تقاضوں اور تکنیکوں پر بے شک نہ اترتے ہوں مگر ان کی لطافتِ خیال اور شگفتگیِ بیان کے مظہر ضرور ہیں۔ ابنِ انشا میں اوصافِ سیاحت کی عدم موجودگی تو ہے مگر حسِ لطیف کے کمال نے ایسی دل آویزی بخشی کہ قاری کو معلومات کے ساتھ ساتھ ذوقِ طبع کا سامان بھی میسر آتا ہے۔ ابنِ انشا کے سفر نامے باقاعدہ سفر نامے نہیں یہ کالم ہیں۔ ان کالموں میں انھوں نے ذاتی تجربات سے مزاح کشید کرنے کو اہمیت دی ہے۔ وہ خود بھی اس سفر نامے کے دیباچے میں انتباہ کرتے ہیں کہ اس کتاب سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائے ورنہ نتائج کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔ ڈاکٹر ریاض احمد لکھتے ہیں:

"ان سفری کالموں میں ان اداروں، اداروں سے وابستہ افراد اور ان ہوٹلوں کا ذکر زیادہ ہے جن میں انھوں نے قیام کیا، پھر یہ کہ مناظر ان کے سامنے اس تیزی سے بدلتے ہیں کہ جزئیات کا مشاہدہ ان کے لیے ممکن ہی نہیں یہی وجہ کہ اجنبی سرزمینیں اپنا کوئی اسرار ان پر منکشف نہیں کرتیں۔"[6]

---

[5] ابنِ انشا: آوارہ گرد کی ڈائری، لاہور: لاہور اکیڈمی، طبع پنجم ۱۹۷۸ء ص ۶

[6] ریاض احمد، ڈاکٹر: ابنِ انشا، احوال و آثار، ص ۶۰۷

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ابنِ انشا نے اس مجموعے میں زیادہ تر وہ مزاحیہ واقعات ہی بیان کیے ہیں جو ان کے ساتھ یا ان میں سے کسی دوست کے ساتھ زبان اور ثقافت کے امتیاز کے باعث پیش آئے۔ انھوں نے اشاروں کی زبان سے بھی اپنے دل کی بات پہنچانے کی کوشش کی تو انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

> "پتا پوچھیں تو مہربان فرانسیسی آدھا گھنٹا تک غوں غاں کرتا ہے اور اپنی طرف سے وضاحت سے سمجھاتا ہے۔ لیکن ہمارے کام کی چیز فقط اس کی انگلی کا اشارہ ہوتا ہے۔ ہم نے بھی اب اشاروں کی زبان پر ایسا عبور حاصل کر لیا ہے کہ رازی کے نکتہ ہائے دقیق تک ان میں بیان کر سکتے ہیں لیکن کبھی کبھی اشارہ بھی رنجک چاٹ جاتا ہے۔ ہم کل نیچے میٹرو کے پلیٹ فارم پر پہنچ کر ایک صاحبِ دل فرانسیسی سے پوچھ بیٹھے کہ کیمبرون کا سٹیشن جہاں ہمیں جانا ہے (انگلی سے اشارہ کر کے) ادھر ہے یا ادھر ہے۔ ایسا اکثر ہوا کہ ہمیں جانا مشرق کو ہے اور پہنچ گئے مغرب ہیں۔ اس بھلے مانس نے ہمارے بار بار کے استفسار کے جواب میں اپنی انگلی سے برابر نیچے ہی اشارہ کیا کہ ادھر نہ اُدھر بلکہ گاڑی یہیں آئے گی۔ ہم عاجز آکر وہاں سے کھسکنے لگے تو ہمیں پکڑ کر کھڑا ہو گیا، اور زبردستی اس گاڑی میں بٹھایا جو الٹی طرف کو جاتی تھی۔"[7]

ابنِ انشا نے اس سفر نامے میں کئی طویل اور دل چسپ قصے دہرائے ہیں۔ مثلاً لندن میں ان کا قیام کچھ طویل ہو گیا تو انھیں ہوٹل سے بے دخل کر دیا گیا۔ انھیں نئے ہوٹل کی تلاش میں کئی گھنٹے مارا مارا پھرنا پڑا۔ بالآخر انھیں ایک ملازمہ کے کمرے میں رات گزارنے کی اجازت ملی جو اس وقت وہاں موجود نہیں۔ اس کمرے کی منظر نگاری میں بھی انشا جی کی شوخ بیانی عروج پر ہیں۔ وہ انتہائی مشکل وقت بھی ایسی پھل جھڑیاں چھوڑتے نظر آئے۔ ابنِ انشا مغرب کی بے راہ روی پر خاصے رنجیدہ نظر آتے ہیں۔ انھوں نے بنا شادی کے رہنے والے جوڑوں کا حال بھی بیان کیا ہے اور بغیر شادی کے اولاد کا تذکرہ بھی بہت رنجوری سے کیا ہے۔ وہ اس معاملے میں خالص مشرقیت کے دل دادہ ہیں۔ مغربی بے راہ روی کو کہیں طنز کا نشانہ بنایا ہے اور کہیں اس سے لطف و مزہ لیا۔ "ہدایت نامۂ عاشقاں" کے دل چسپ اقتباسات بھی پیش کیے اور دل چسپ اشتہارات کی پٹاریاں بھی کھولتے دکھائی دیتے ہیں۔

---

[7] ابنِ انشا: آوارہ گرد کی ڈائری، ص ۲۰۔۲۱

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اس سفر نامے میں بعض مقامات پر ابنِ انشا مذہب اور مسلمانوں کے تاریخی نوادرات اور آثار دیکھ کر جذباتی ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک فطری امر ہے۔ وہ یہاں اپنی شگفتگی کو ایک طرف رکھتے ہیں اور اپنے عمومی مزاج اور مزاح کے برعکس عقیدت و شوق کی لہروں میں بہ نکلتے ہیں۔ یہ اس سفر نامے کا ایک باب ہے جو "ایک شام ماضی کی محرابوں میں" کے عنوان سے اس مجموعے میں شامل ہے۔ دمشق کے ماضی میں کھوئے ابنِ انشا یہاں ایک واعظ اور خطیب نظر آئے۔ جو ماضی کے مزاروں پر نوحہ کناں ہے۔ بہت طویل عبارت میں سے آخری حصہ ملاحظہ کیجیے:

> "پھر فصیل شق ہوئی۔ طبل بجا۔ رایت کھلا اور دمشق غارت ہوا اور پھر مسجد سے شعلے بلند ہوئے اور اس کی ٹنڈ منڈ محرابیں اور دیواریں باقی رہ گئیں۔ یہ شکر لوٹا تو دمشق کے بے مثال قالین بافوں کو بھی ہانکتا ہوا ساتھ لے گیا۔ ان کو ماوراالنہر میں آباد کرو۔ دمشق کو اجاڑ دو۔ لیکن مسجد پھر کھڑی ہوئی دمشق پھر آباد ہوا حتیٰ کہ سلطان سلیم اول نے اسے تسخیر کیا۔ ایک کے بعد ایک سلطان کے نام کے خطبے یہاں پڑھے گئے۔ اور آخر ترکوں نے بھی گھوڑوں پر زمینیں کسیں اور رخصت ہو گئے۔ پھر ایک دھواں دھار جنگ ہوئی۔ پھر فرانسیسی ان گلیوں میں دندنانے لگے۔ لیکن یہ محرابیں یہ ڈیوڑھیاں یہ آثار کوئی نہ مٹا سکا۔ دمشق تو گنجِ شہیداں ہے، چلو فاتحہ پڑھو۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے مزار پر عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ کی تربیت پر عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی قبر پر سیدہ زینب سیدہ سکینہ - اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ صغیرہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہ۔ ان قبرستانوں کے پھیلے ہوتے کھنڈروں میں کس کس موتی کو تلاش کرو گے --- اور پھر ایک طرف سے تلاوت کی شیریں آواز آنی شروع ہوئی۔ اے دمشق رخصت! اسے جامع اموی! اے عظمتِ رفتہ کی سجدہ گاہ السلام! لیکن ابھی کہاں۔ ابھی تو دمشق کی گلیاں باقی ہیں۔ ہم نے سڑک پار کی اور درویش پاشا کی تربیت کے پاس سے کاداکاٹ کر پھر اندھی گلیوں کی محرابوں میں گم ہو گئے۔"[8]

اس قسم کے اندازِ بیان پر محمد خالد اختر تنقید بھی کرتے ہیں اور اسے انشا کی ایک شعوری کوشش قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ابنِ انشا کا ایک غیر فطری انداز ہے۔

---

[8] ابنِ انشا: آوارہ گرد کی ڈائری، ص ۳۰۴

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

> "یہ قابلِ قدر سج دھج رکھنے والا نوحہ ہے اور پڑھنے والے کو اپنے دینی جذبے اور اسلامی تاریخ پر عبور رکھنے سے مرعوب کرنے میں حرج بھی نہیں۔ کئی پڑھنے والے واقعی چاہتے ہیں کہ کوئی عظمتِ رفتہ کی یاد دلا کر ان کے دلوں پر رقّت طاری کرتا رہے۔ مجھے ابن انشا کوئی کے ایک سچے اور درد مند مسلمان ہونے میں بھی کوئی شک نہیں، مگر کیا یہ تقریر اس سفر نامے میں ہونی چاہیے تھی؟"[9]

خالد محمد اختر نے یہ بات خود بھی تسلیم کی کہ انشا ایک سچے اور درد مند مسلمان ہیں۔ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ لوگ ایسی رقت آمیز تحریروں پر جان چھڑکتے ہیں اور متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے ابنِ انشا کا متاثر ہونا اور اپنے ان جذبات کا اظہار کرنا کسی اچنبھے کا باعث نہیں بننا چاہیے۔ بہ ہر حال اس باب کے سوا ابنِ انشا کا یہ سفر نامہ بھی ان کے اسلوب تحریر کا عکاس ہے۔ وہ باقاعدہ سفر نامہ نہیں لکھتے مگر اس سفر نامے کو بھی عوام کی طرف سے پذیرائی ملنے کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو ابنِ انشا کا طرزِ بیان اور شگفتگی دوسرے دل چسپ واقعات و مشاہدات کے ساتھ سیاحت کا تڑکا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سفر نامہ بھی قارئین میں بہت مقبول ہوا۔

دنیا گول ہے (مطبوعہ جون ۱۹۷۲ء)

ابنِ انشا کا یہ سفر نامہ اس وقت بھی تقریباً مکمل تھا جب "آوارہ گرد کی ڈائری" طباعت کے مراحل میں تھا۔ انھوں نے اس کے پیش لفظ ہی میں "دنیا گول ہے" کی اشاعت کا عندیہ دے دیا تھا۔ "دنیا گول ہے" میں کئی ممالک کی سیاحت کا احوال ہے۔ ان میں فلپائن، انڈونیشیا، ملائشیا، تھائی لینڈ، انگلستان، فرانس، سنگاپور، ہانگ کانگ، افغانستان، ترکی، جاپان، کوریا کے علاوہ امریکا کی ریاست ہوائی اور سان فرانسسکو میں ان کے ساتھ بیتنے والے حالات و واقعات کا بیان اسی شگفتگی اور ظرافت سے ملتا ہے جو انشا جی کی شناخت ہے۔ وہ وقت اور زرِ مبادلہ کی کمی کا ذکر کئی مقامات پر کرتے ہیں۔ ابنِ انشا کے تقریباً تمام سفر ناموں میں ہمیں ہوٹلوں اور ان کے غسل خانوں کا ذکر اگر کثرت سے ملتا ہے، تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ قدم قدم پر کفایت شعاری سے کام لیتے ہوئے مہنگے ریستورانوں اور جوا خانوں کا رخ نہیں کرتے۔

---

[9] خالد محمد اختر: تبصرہ "آوارہ گرد کی ڈائری" مشمولہ ماہ نامہ فنون، لاہور: نومبر ۱۹۷۱ء ص ۹۳

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

یہ سفر نامہ یونیسکو کے زیرِ انتظام ۱۹۶۶ء میں فلپائن کی سیاحت سے شروع ہوتا ہے۔ پھر فلپائن سے وہ ٹوکیو پہنچے۔ بعد میں اگلے سال ۱۹۶۷ء میں انڈونیشیا اور سنگاپور کے سفر کی داستانیں بیان کیں۔ اس سے اگلے سال یعنی ۱۹۶۸ء میں ملائشیا، سنگاپور اور تھائی لینڈ کے شہر بنکاک کے اسفار پر بات جا نکلتی ہے۔ اس کے بعد وہ پھر ۱۹۶۶ء میں کیے گئے ہانگ کانگ اور افغانستان کے دوروں کی طرف چل نکلتے ہیں۔ دوبارہ ۱۹۶۸ء میں ایران، ترکی، سنگاپور، ہانگ کانگ، جاپان، کوریا، ہوائی اور سان فرانسسکو کی سیاحت کے دوران روزمرہ زندگی اور معمول میں جھانکتے نظر آتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں آپ لندن چلے گئے اور پھر وہاں سے پیرس ان دونوں شہروں کا احوال اور یونیسکو کے فرائضِ منصبی کا احوال بیان کیا ہے۔ اس سفر نامے میں بھی ابنِ انشا اپنی سابقہ روایت کے مطابق تصاویر کے ساتھ ساتھ کارٹونوں کا التزام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس سفر نامے میں جمشید انصاری کے کارٹون شامل ہیں۔ اس سفر نامے میں بھی ابنِ انشا سیاح سے زیادہ مزاح نگار نظر آتے ہیں۔ وہ سنگاپور کے ایک ہوٹل میں بیٹھ کر کراچی اور لاہور کا احوال بیان کرتے اور پھلجھڑیاں چھوڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ سفر نامہ کی تکنیک کے تو وہ کبھی تابع رہے ہی نہیں مگر مزاح نگاری کے باعث اپنے قارئین پر ان کی گرفت قائم رہی۔

ابنِ انشا نے اس سفر نامے میں انڈونیشیا کے صدر سوئیکارنو کے حالات، خیالات اور واقعات کا ایک طویل حصہ انھی کی زبانی سنا کر اچھا خاصا مزاح پیدا کیا ہے۔ یقیناً اس میں مزاح کاری کے لیے مبالغہ آرائی بھی شامل ہے۔ یہ تمام واقعات وہ سوئیکارنو کی خودنوشت سے لیتے ہیں۔

> "ہر ملک کے صدر کا ایک فوجی افسر ایڈی کانگ بھی ہوتا ہے۔ اس کے بغیر کرّوفر پورا نہیں ہو سکتا۔ ایک لڑکا مجھے پسند تھا میں نے اس سے کہا: دیکھو میاں! آج سے تم لفٹیننٹ۔۔۔ سمجھے۔
>
> وہ بہت خوش ہوا اور مجھے سلام کیا۔ لیکن اس کے بعد میرے ایک مشیر نے کہا۔ یہ آپ نے کیا کیا؟ ہالینڈ کی ملکہ جولیانا فقط ایک کروڑ باشندوں پر حکمران ہے لیکن اس کا ایڈی کانگ کرنل ہے۔ سات کروڑ کے حکمران صدر جمہوریہ انڈونیشیا کا ایڈی کانگ محض ایک لفٹیننٹ۔
>
> 'کہتے تو تم ٹھیک ہو۔ میں نے کہا بلڈوزرا لفٹین صاحب کو'
>
> 'فٹین صاحب آتے تو میں نے کہا۔ 'تم کب سے لفٹیننٹ ہو؟'
>
> 'جناب کوئی ڈیڑھ گھنٹے سے ہیں۔' اس نے سلوٹ مار کر کہا۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

خیر ہم ایک نوجوان قوم میں اور تیزی سے ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ آج سہ پہر سے تم میجر[10]"

ابنِ انشا کے سفری کالموں اور ان کے دو سفر ناموں کو پڑھ کر قارئین کا اعتراض سامنے آیا کہ ابنِ انشا نے سفر کی روداد کم بیان کی ہے اور جن ہوٹلوں میں وہ ٹھہرے ہیں ان کے کمروں اور غسل خانوں کا ذکر زیادہ کیا ہے۔ مگر ابنِ انشا نے ان اعتراضات پر کان نہیں دھرے اور اس سفر نامے میں بھی ہوٹل، کمرے اور غسل خانے اسی شد و مد سے موجود ہیں۔ سفر نامہ نگار کا بنیادی فریضہ تو دورانِ سفر پیش آنے والے واقعات و مشاہدات کے علاوہ جس مقام کی سیاحت کی ہے اس کا ماضی وحال بھی بیان کرنا ہوتا ہے۔ ابنِ انشا بنیادی طور پر ایک مزاح نگار ہیں، اس لیے انھوں نے اسی پر زیادہ وقت سرف کیا ہے۔ کبھی جذبات میں آکر مسلمان قوم کے عظیم ماضی کے دریچوں کو وا کرتے ہیں تو خالد محمد اختر کو ان کا یہ اسلوب پسند نہیں آتا اور جب وہ صرف مزاح نگاری اور شگفتہ کاری کی ترنگ میں آتے ہیں تو وہ سفر نامہ نہیں رہتا۔ ان کی شخصیت اور فن پر ایک جامع کتاب "ابنِ انشا۔ احوال و آثار" مرتب کرنے والے ڈاکٹر ریاض احمد ابنِ انشا کی مزاح نگاری سے اس سفر نامے میں اکتائے ہوئے نظر آتے ہیں۔

"اپنے فرائضِ منصبی کی ڈوری سے بندھے رہنے والے سیاح سے ہمارا یہ مطالبہ بجا ہے کہ اتفاقاً ہی سہی، اگر انھیں کسی منظر کو ایک خاص سطح اور زاویے سے دیکھنے کا موقع ملا ہے تو اسے مزاح نگاری کی نذر نہ کریں کہ سفر نامہ بھی ایک ادیب کے وجود کا مکمل اثبات ہے اور اس کے گہرے تاثر کے لیے مزاح ہمیشہ ضروری نہیں۔ افسوس کہ ان کے تیسرے سفر نامے 'دنیا گول ہے' تک پہنچتے پہنچتے ہمیں ان کی سفر نگاری میں زوال کے یہ آثار نسبتاً زیادہ نظر آنے لگتے ہیں۔ یہاں یہ اعتراف کیے بغیر بہر حال چارہ نہیں کہ ان کا فطری مزاج یہاں بھی پورے کس بل کے ساتھ موجود ہے اسی بنا پر تو کہا جاتا ہے کہ ہر لکھنے والا اپنے ہی رنگ میں لکھتا ہے اور کسی کتاب کو جانچنے کی یہ بھی ایک کسوٹی ہے کہ اس نے پڑھنے والے کو کتنی مسرت سے ہمکنار کیا تو ہم بلا خوفِ تردید کہ سکتے ہیں کہ وہ ان خوش

---

[10] ابنِ انشا: دنیا گول ہے، لاہور اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۲ طبع ہشتم، ص ۸۰۔۸۱

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

قسمت اخباری کالم نویسوں میں سے تھے جن کی تحریریں ہمیشہ دل چسپی سے پڑھی جاتی ہیں۔"[11]

اس اقتباس میں ڈاکٹر ریاض صاحب کا روّیہ کچھ متشددانہ سا محسوس ہو رہا ہے۔ خاص کر انشاجی کی تحریر پر زوال کے آثار کا الزام لگانا درست نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے پہلے تو اعتراض کیا اور بعد میں خود ہی اعتراف کیا کہ ابنِ انشا کا مقصد محض لوگوں کے چہروں پر تبسم کے آثار پیدا کرنا ہی تو ہے۔ وہ باقاعدہ سیاح یا مسافر نہیں ہیں البتہ انھیں شگفتہ نگار ہونے کی سند تو حاصل ہے۔ اگلے ہی لمحے ڈاکٹر ریاض صاحب اس مجموعے میں موجود مختلف مقامات سے مزاح کے نمونے پیش کر دیتے ہیں۔ اس سفر نامے سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

> "تو گویا ہم نے امریکہ دریافت کر لیا۔ کچھ لوگ اس باب میں کولمبس نامی کسی شخص کا نام بھی لیتے ہیں۔ خیر وہ بھی ہو گا۔ تو پھر دونوں کو کریڈٹ دے لیجیے۔ کہ فرق صرف تھوڑا آگے پیچھے یعنی زمانے کا ہے۔ کولمبس کے ساتھ تو جانے کیا گزری ہو گی لیکن اس چکاچوند کو دیکھ کر ہم چکنم میں پڑ گئے ہیں۔ یہ ساقی بجلوہ دشمنِ ایمان و آگہی اور یہ مطرب بہ نغمہ رہزنِ تمکین وہوش. اور یہ 'گو گو' معاملے –لوگو! یہ ہم امریکہ کو دریافت کر رہے ہیں۔ یا امریکہ ہمیں دریافت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ خدا خیر کرے۔"[12]

مصنف طنزیہ انداز میں کہتا ہے کہ گویا ہم نے بھی امریکہ "دریافت" کر لیا، چاہے اس کا سہرا کولمبس کے سر ہی کیوں نہ جاتا ہو۔ امریکہ کی چمک دمک انسان کو حیرت اور کشش میں مبتلا کر دیتی ہے، یہاں تک کہ انسان خود کو کھو بیٹھتا ہے۔ آخر میں سوال اٹھایا گیا ہے کہ ہم امریکہ کو سمجھ رہے ہیں یا دراصل وہ ہمیں اپنے اثر میں لے رہا ہے۔

> "ہماری شکایت ہوٹل کی گرانی کی نہیں، نہ اس مکان کے کہنہ ہونے کی ہے کیوں کہ کہنہ تو ہمارا اپنا گھر بھی ہے اور گراں ہلٹن بھی تھا۔ غصہ ہمیں اس بد معاملگی پر ہے کہ اصل نرخ ہمارے کمرے کا ۲۲۰۰ ین یعنی ساڑھے سات یا آٹھ ڈالر ہے۔ ہمارے کمرے میں یہی لکھا لگا ہے۔ ٹورسٹ کتابچوں میں بھی یہی ہے کہ ایک آدمی ٹھہرے تو ڈھائی ہزار ین دے۔ دو آدمی ہوں تو

---

[11] ریاض احمد ڈاکٹر: ابنِ انشا۔ احوال و آثار، ص ۷۷۵۔۷۷۶

[12] ابنِ انشا: دنیا گول ہے۔ ص ۲۸۳

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

چھتیس سو لیکن ہمیں چھتیس سو دینے پڑے، بلکہ سروس اور ٹیکس ملا کر چوالیس سو۔ ہوٹل والوں نے کہا: جناب یہ ہمارے سیزن کا زمانہ ہے۔ خیر لے لو میاں! لیکن ہم بھی تمھیں دنیا میں منہ دکھانے کے لائق نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ یہ کالم بطور "زمیندار" کے اداریے کے لکھ دیا ہے۔

قصّہ اس تلمیح کا یہ ہے کہ مدیر 'زمیندار' مولانا اختر علی خاں مرحوم ایک بار ولایت گئے۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ سے ملے اور کہا دیکھیے جناب کشمیر کے معاملے میں ہمارے ساتھ بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔ ایسی زیادتی کو روکیے ورنہ....'

وزیر خارجہ کی چشم ِتصوّر میں ٹینک دوڑنے لگے۔ اور دھائیں دھائیں توپیں چلنے لگیں۔

سراسیمہ ہو کر بولے۔ 'ورنہ کیا........'

اختر علی خاں صاحب نے کہا۔ 'ورنہ میں پاکستان جا کر زمیندار میں آپ کے خلاف اداریہ لکھوں گا۔'"[13]

مصنف کو ہوٹل کی قیمت یا عمارت کی حالت سے مسئلہ نہیں بلکہ عملے کے ناروا رویے اور غلط چارجز پر اعتراض ہے۔ اصل کرایہ کم ہونے کے باوجود ان سے زیادہ رقم، ٹیکس اور سروس چارج کے ساتھ وصول کی گئی جس پر وہ ناراض ہیں۔ آخر میں مصنف نے طنزیہ انداز میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے خبردار کیا کہ وہ اس ناانصافی کے خلاف لکھ کر جواب دیں گے۔ ابنِ انشا کے اسلوب کا ایک اور انداز دیکھیے۔ لکھتے ہیں:

"فضل الباری صاحب جو اپنے پیسے ہم سے گنواتے ہیں اور ہانگ کانگ کی کرنسی سے ابھی تک سمجھوتا نہیں کر سکے۔ وزیر خزانہ ہوں نہ ہوں، کامرس منسٹر بہت عمدہ ہو سکتے ہیں۔ ان کے جوہر آج کھلے۔ ویسے تو وہ کوئی چیز خریدنے کے قائل نہیں اور ہم ان کی حب الوطنی کو قابلِ تقلید جانتے ہیں کیوں کہ وہ کہتے ہیں کوئی چیز مت خریدو پاکستان میں مہنگی سستی مل ہی جاتی ہے کیوں اپنا زرِ مبادلہ گنواتے ہو، ملک کو اس کی ضرورت ہے۔ لیکن آج ہم انھیں بازار کھینچ لے ہی گئے۔ فرمانے لگے۔ چیزیں پسند تم کرو، بھاؤ تاؤ ہم پر چھوڑ دو۔ جانے کون سی چیز تھی۔ دکاندار نے اس کے نوّے ڈالر مانگے۔ ہم نے باری صاحب سے اردو میں کہا کہ پچاس سے شروع کرنا چاہیے لیکن انھوں نے چالیس ڈالر دام لگائے، دکاندار نے بہت زور مارا کہ یہ ساٹھ کر دیں۔ پچاس کر دیں، پینتالیس

[13] ابنِ انشا: دنیا گول ہے۔ ص ۲۵۴۔۲۵۵

کر دیں۔ اکتالیس کر دیں لیکن باری صاحب نے کہا، چالیس سے ایک دھیلا زیادہ نہیں۔ آخر اس
نے ہتھیار ڈال دیے تو باری صاحب نے کہا: ایسے بد معاملہ لوگوں سے چیز خریدنی ہی نہیں چاہیے
اور ہمارا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئے۔"[14]

فضل الباری صاحب اصولاً غیر ضروری خریداری کے خلاف تھے اور ملکی مفاد میں پیسا بچانے کو ترجیح دیتے تھے۔ بازار جانے پر انھوں نے سختی سے بھاؤ تاؤ کیا اور دکان دار کو کم قیمت پر لانے کی کوشش کی۔ مگر آخر میں دکان دار کے رویّے سے ناخوش ہو کر وہ سودا کیے بغیر ہی واپس چلے گئے۔

ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں (اپریل ۱۹۷۴ء)

ابنِ انشا نے اپنے بیرون ممالک سب سے پہلے اسفار کا ذکر اپنی زندگی میں شائع ہونے والے آخری مجموعے میں کیا ہے۔ انھوں نے دسمبر ۱۹۶۳ء میں ایران کا سفر کیا تھا اس کے بعد جنوری ۱۹۶۴ء کو سری لنکا میں گزرے ہوئے دنوں کو یاد کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ۱۹۷۱ء میں جرمنی، لندن، ۱۹۷۲ء میں جاپان، فلپائن، ۱۹۷۳ء میں پھر جاپان، ۱۹۷۴ء میں ایک بار پھر جاپان کے دوروں کا احوال بیان کیا گیا ہے۔

ابنِ انشا کے اس سفر نامے میں بھی ان کا اسلوبِ بیان اور اندازِ تحریر انھی کے اپنے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس مجموعے میں بھی کارٹون ان کی حسِ مزاح کے سونے پر سہاگے کا کام دے رہے ہیں۔ اس بار نجمی اور جمشید کے بنائے ہوئے کارٹون اس مجموعے میں شامل ہیں۔ جمشید انصاری نے ان کے تین مجموعوں میں کارٹون بنائے ہیں جب کہ زیدی نے ان کے پہلے سفری مجموعے میں کارٹون بنائے تھے۔ اس بار نجمی بھی اس فہرست میں شامل ہو گئے ہیں۔ اس مجموعے کے آغاز میں 'فسانہ آزاد' میں سے 'رتن ناتھ سرشار' کی ایک مثنوی میں سے انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ بعد میں "سیاح کی مناجات" کے عنوان سے پیش لفظ میں ایک انگریز سیاح آرٹ بخوالڈ کے کالم کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک سیاح کی مزاحیہ دعا پیش کی ہے۔ اسی پیش لفظ کے آخر میں ابنِ انشا لکھتے ہیں۔

---

[14] ابنِ انشا: دنیا گول ہے۔ ص ۲۳۷

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"اس مجموعے میں ہمارے سب سے پہلے دو سفر نامے بھی شامل ہیں۔ ایران ۱۹۶۳-کا سفر نامہ اور لنکا (۱۹۶۴) کا سفر نامہ۔ ایران کا سفر نامہ، روزنامہ 'حریت' میں چھپا تھا اور لنکا کا روزنامہ 'انجام' میں۔ یہ دونوں ملک وہ ہیں، جہاں ابنِ بطوطہ گئے تھے۔ یہ ہمارے تازہ ترین سفروں کو بھی محیط ہے۔ یعنی جنوری ۱۹۷۴ کا ٹوکیو اور ہانگ کانگ کا سفر بھی اس میں شامل ہے۔ اب ہمارے قارئین کرام کچھ دن چین کی سانس لے سکتے ہیں، کیونکہ کتاب بھر کا مسالہ جمع کرنے کے لیے نئی سیاحتیں چاہییں اور ان کا سامان چاہیے۔ ویسے ہو سکتا ہے یہ مدت بہت مدید بھی نہ ہو۔"[15]

اس سفر نامے کے آغاز ہی میں وہ اپنے پیارے ہم وطنوں کے لیے ایک ہدایت نامہ جاری کرتے ہیں۔ یہ ہدایت نامہ ہی ان کے طنز و ظرافت کی عمدہ مثال ہے۔ اس ہدایت نامے میں ان کی شوخی و ظرافت اس حد تک بڑھی نظر آتی ہے کہ انیس سو اکہتر جیسے سانحے پر بھی وہ اپنی شوخ بیانی سے باز نہیں آتے۔ ابنِ انشا کا یہ سفر نامہ بھی ان کے باقی سفر ناموں ہی کی سی دل کشی اور چاشنی لیے ہوئے ہے۔ ابنِ انشا کی خاصیت یہ ہے کہ وہ تہذیب و مشرقیت کی پابندی کے باوجود بعض دلی واردا تیں اس سلیقے اور سہولت سے پیش کر دیتے ہیں کہ باقی سفر نامہ نگار الفاظ ہی ڈھونڈتے رہ جاتے ہیں۔

"ٹوکیو اور بنکاک کے حماموں میں تو جہاں سب ننگے ہوتے ہیں، مالش کا کام طرحدار اور باعفت بی بیوں کے سپرد ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک اپنی عفت کو ہاتھ نہیں لگانے دیتیں جب تک آپ ان کو دس بیس ڈالر مالش کی اجرت کے علاوہ نہ دیں لیکن یہ مہینہ رمضان شریف کا ہے ہمیں اس قسم کے ذکر اذکار سے اور لنڈی گندی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔"[16]

ابنِ انشا کو بیرون ملک دوروں کے دوران اپنا وطن بہت یاد آتا ہے جب واپس آجاتے ہیں تو پھر دوسرے ممالک انھیں یاد آتے رہتے ہیں۔ اس سفر نامے میں بھی ہمیں انگلستان اور جاپان میں بیٹھ کر پاکستان کے مسائل بیان کرتے ہوئے

---

[15] ابنِ انشا: ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں، کراچی: مکتبۂ دانیال، طبع سوم، جولائی ۱۹۷۶ء ص ۹

[16] ابنِ انشا: ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں، ص ۲۰

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

نظر آتے ہیں۔ ابنِ انشا کے مزاح کی سب سی بڑی تکنیک ہی موازنہ اور تقابل کی تکنیک ہے۔ وہ دنیا میں کہیں بھی ہوں حالات، رسومات یا اقدار میں اپنے ہم وطنوں کی عادات و اطوار کا موازنہ ضرور کرتے ہیں۔

جمیل الدین عالیؔ، ابنِ انشا کے بے تکلف دوستوں میں شمار ہوتے تھے اور ان سفر ناموں میں کئی بار وہ ابنِ انشا کے ہم سفر بھی بنے ہیں۔ ان کے ساتھ انشا کی بے تکلفی کا اپنا ہی معیار ہے۔ فلپائن کے دورے سے پہلے ان کا ذکر بھی بڑا پر لطف ہے۔

> "یارِ عزیز جمیل الدین عالی کو فون کیا۔ بولے: جہاز کب روانہ ہوتا ہے ہم نے کہا: صبح سات بجے۔ لیکن ہوائی اڈے پر ایک گھنٹہ پہلے پہنچنے کی شرط ہے۔ فرمایا: 'سواری؟' ہم نے کہا۔ 'ہمارے پاس اوپر کو تو ہمیشہ سواری رہی ہے نیچے کو کبھی نہیں رہی۔ اگر ہے تو اس کا ڈرائیور چھٹی پر ہے۔ منہ اندھیرے نکلیں گے۔ پاپوش نگر جا کر کسی ٹیکسی والے کی خوشامد کریں گے۔ اس کی ٹھوڑی میں ہاتھ دیں گے۔ زرِ کثیر کا وعدہ کریں گے۔' بولے: 'نہیں۔ تم فون کر دینا، میں آجاؤں گا۔' ہم نے کہا۔ 'پہلے تو لو پھر لو لو۔ آج کی حد تک پہلے بولنے اور پھر تولنے کی روش چھوڑ دو۔ سوچ لو کہ بہت صبح اٹھنا ہو گا۔ دوستی ایک طرف، صبح کی بے آرامی ایک طرف۔' فرمایا: 'تم فون کر دینا جی۔ حد سے حد اٹھ کر تم کو دو چار گالیاں دے لوں گا۔ سو وہ ویسے بھی دے لیتا ہوں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ اب کے کالم میں پھر تم نے میری علمیت اور فلسفہ نگاری پر کمینے پن سے چوٹیں کی ہیں۔ تاہم میں آؤں گا۔"[17]

اگر اس سفر نامے کو بہ غور پڑھا جائے تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ وہ پہلے دو سفر جو ابنِ انشا نے لنکا اور ایران کے کیے تھے، ان میں سفر نامہ نگاری کی تکنیک زیادہ جان دار ہے اور مزاح کی مقدار اس فراوانی میں نہیں ہے جو ابنِ انشا کو ایک مزاح نگار بناتی ہے۔ حسِ مزاح پر مشاہدہ حاوی دکھائی دیتا ہے اور سفر نامے کا بنیادی وصف یعنی بیانیہ انداز یہاں اپنی آب و تاب میں موجود ہے۔ انھی دو اسفار کا جائزہ لیں تو ہمیں بعد میں یہ طرزِ تحریر مفقود ہو کر مضحک پہلوؤں کی جانب جاتی ہوئی

---

[17] ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں، ص ۹۳۔۹۴

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

محسوس ہوتی ہے۔ یہ سفری کالم اخبارات میں دس سال پہلے چھپے تھے۔ اس وقت کے انشا میں اور بعد کے انشا میں امتیاز بہت واضح صورت میں ملتا ہے۔

نگری نگری پھرا مسافر (جون، ۱۹۸۹)

ابنِ انشا کا یہ آخری سفر نامہ جو ان کی وفات کے بعد ان کے ان کی ڈائری میں شامل کچھ ادھورے کالموں اور کچھ ایسے مطبوعہ کالموں کو مرتب کر کے شائع کیا گیا جو مختلف اخبارات میں شائع تو ہوئے لیکن وہ انشاجی کی کسی کتاب کا حصہ نہیں بنے۔ یہ سفر نامہ انشاجی کی باقیات پر مشتمل ہے اور اس کو ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے مرتب کیا اور انھی کے پیش لفظ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس پیش لفظ میں کہیں بھی اس بات کو ذکر نہیں کیا گیا کہ انشاجی کی وفات کے بعد یہ سفر نامہ مرتب کیا جارہا ہے۔ لاہور اکادمی نے اسے پہلی بار جون ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں بھی ابنِ انشا کی باقی کتب کی طرح نجمی کے کارٹون شامل کیے گئے ہیں۔

ابنِ انشا کے باقی سفر ناموں میں بھی ربط اور ترتیب کا فقدان ملتا ہے مگر اس سفر نامے میں تو بعض ادھورے کالم بھی شامل ہیں۔ عوام ابنِ انشا کی تحریروں کو ہمیشہ سے قبولیت کا شرف بخشتے ہیں۔ اس کتاب کو بھی بہت شوق سے خریدا گیا اور پسند کیا گیا۔ اس سفر نامے میں جاپان۔ روس، پھر جاپان اور لندن میں لکھے گئے ابنِ انشا کی ڈائریوں اور کالموں کے اوراق شامل کیے گئے ہیں۔ ابنِ انشا کے طنز و مزاح کا منفرد زاویہ ہے۔ اس سفر نامے میں بھی مزاح کے ساتھ ساتھ لطیف طنز کی دل آویز مثالیں ہمیں جابہ جا مل جاتی ہیں۔ ابنِ انشا کا طنز چبھتا نہیں، مگر اپنا اثر ضرور چھوڑتا ہے۔

اس سفر نامے کے پیش لفظ میں خواجہ محمد زکریا نے ابنِ انشا کا مقام مشتاق احمد یوسفی اور شفیق الرحمٰن کے وسط میں ٹھہرایا ہے۔ اور کہا ہے کہ ان کے ہاں جملوں کی آمد اور بے ساختگی ہر سطح اور ہر ذہن کے قاری کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ انھوں نے ابنِ انشا کو سفر اور مزاح کو یک جا کر کے ایک نئی صنف کی تشکیل کرنے والا کہا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ابنِ انشا کے سفر نامے سفر ناموں کی تکنیک پر پورا نہیں اترتے۔ ان میں ربط اور تسلسل کے علاوہ معلومات کی کمی ہے۔ خود ابنِ انشا نے بھی اپنے سفر ناموں کو ایک گائیڈ بک کے طور پر استعمال نہ کرنے کا ذکر کئی بار کیا ہے۔ ان سفر ناموں میں ابنِ انشا کی ظرافت کو اگر بنیاد بنایا جائے تو کوئی بھی سفر نامہ نگار ان کا حریف نہیں ثابت ہوتا۔ اس سفر

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

نامے کا آغاز ٹوکیو سے ہوتا ہے اور پنجابی کی مشہور کہاوت "منجی کتھے ڈاھواں" کو بہ صورت عنوان پیش کیا گیا ہے۔ ہوٹل کے کمرے کی تنگ دامنی کا ذکر ابنِ انشا کچھ یوں کرتے ہیں:

> "کمرے اس ہوٹل کے لحد کے سائز سے کچھ ہی بڑے ہوں گے۔ اس کے پلنگ پر آدمی کروٹ تو بدل سکتا ہے اور کوئی کام نہیں کر سکتا۔ کروٹ بدلنے کی گنجائش بھی اس لئے رکھی ہے کہ ایئر کنڈیشنز بند ہونے کے بعد آدمی یہ بھی نہ کرے تو کیا کرے۔"[18]

پھر اس کے بعد جاپان کے شہر "ٹوبہ" اور پاکستانی ٹوبوں کا موازنہ اپنے مخصوص انداز میں کیا ہے اور اتنے خوب صورت شہر کے نام کو غیر شاعرانہ قرار دیا ہے۔ دنیا میں کہیں بھی ہوں ابنِ انشا کو بات بات پر اپنا وطن بہت یاد آتا ہے۔ خاص کر جب انھیں کئی قسم کی معاشرتی اور قانونی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یا کسی چیز کی قیمت ادا کرنی ہو تو جب وہ پاکستانی روپے میں تبدیل کر کے دیکھتے ہیں تو ان کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ انشاجی کے سبھی سفر ناموں میں اس طرح کا تقابل اور موازنہ مل جاتا ہے۔ اس سفر نامے میں بھی شامل واقعات کا اکثر موضوع یہی ہے۔ ایک مقام پر آپ جاپان کی ترقی کا ذکر اور ٹیلی ویژن کے رنگین ہونے پر فخر کرتے کرتے فوراً رنگینیوں کی طرف چلے جاتے ہیں:

> "یہ سطور ہم پڑھنے کی عینک لگا کہ لکھ رہے ہیں لیکن ٹیلیویژن پر یک دم سیلابِ حسن آجاتا ہے تو دوسری لگانی پڑتی ہے۔ دمِ تحریر یہ سیلاب زیادہ ہی ٹھاٹھیں مارنے لگا ہے اور پیاز کے سے چھلکے یکے بعد دیگرے اتر رہے ہیں۔ دیکھیے اندر سے کیا بر آمد ہوتا ہے۔ ہم میں شوقِ تحقیق اور تجسس ہمیشہ سے ہے۔ لہٰذا اس وقت ہم دوسری غیر علمی کاموں والی عینک لگانے پر مجبور ہیں، پس اس سفر نامے کو آج یہیں ختم سمجھے۔"[19]

اس کے بعد ہانگ کانگ کا سفر، اور دوبارہ ٹوکیو، یہاں یونیسکو کے ایشین پبلی کیشنز پروگرام میں شرکت کا حال۔ کچھ دیگر واقعات اور مشاہدات، کبھی جمیل الدین عالی جیسے یاروں کا ذکر بہت دل چسپ پیرائے میں بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ وہاں سے وہ روس کے دورے پر چل نکلتے ہیں۔ وہاں پہلے ماسکو پھر الماتا (قذاقستان) پہنچتے ہیں۔ اس وقت روس محض

---

[18] ابنِ انشا: نگری نگری پھرا مسافر، ص ۱۱

[19] ابنِ انشا، نگری نگری پھرا مسافر، ص ۳۵

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ایک ملک نہیں تھا وہ سوویت یونین کہلاتا تھا۔ اس میں پندرہ ریاستیں شامل تھیں۔ ان میں قذاقستان کا رقبے کے لحاظ سے نمبر دوسرا تھا۔ اس کے بعد پھر ماسکو پہنچ کر وہاں کے حالات کا تذکرہ ہے۔ لینن گراڈ کی سیاحت کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ ٹوکیو پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے من پسند شہر لندن کا بھی خوب ذکر کرتے ہیں۔ وہاں کی خالص اشیا سے اکتاہٹ کا اظہار کرتے ہیں۔

> "اس وقت ہمیں لندن میں یہی تکلیف ہے کہ کوئی چیز نا خالص نہیں ملتی۔ دودھ خالص، دہی خالص، مکھن، آٹا، مرچ، مسالے خالص شہد تک خالص، ہمیں چینی الگ سے خریدنی پڑتی ہے۔ یہ چیزیں ہمارے حلق سے نہیں اترتیں۔ کوئی صاحب وطن سے تشریف لائیں تو ہمارے لیے ملاوٹ کے تحفے لائیں۔"[20]

لندن میں رہتے ہوئے آپ وہاں کے حالات و واقعات اور دیگر مصروفیات سے زیادہ اپنے کالموں کے لیے مختلف موضوعات ڈھونڈتے ہیں۔ کبھی کیلے پر پورا کالم لکھتے ہیں اور کبھی دانتوں کی تکلیف پر، کبھی مسیحاؤں کے رویوں پر کالم لکھ دیتے ہیں۔ پھر ابراہیم جلیس کی رحلت پر ایک کالم ہے۔ ان موضوعات کا تعلق کسی بھی طرح سیر و سیاحت سے نہیں مگر چوں کہ یہ کالم لندن میں بیٹھ کر لکھے گئے اس لیے انھیں سفر نامے میں شامل کر دیا گیا۔

ماحصل

اس تحقیق میں ابنِ انشا کے سفر ناموں کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے، جس میں ان کے منفرد اسلوب، شگفتہ مزاح اور فکری گہرائی کو نمایاں کیا گیا ہے۔ انھوں نے روایتی سفر نامہ نگاری کو محض معلوماتی انداز سے نکال کر اسے دل چسپ، طنزیہ اور ذاتی مشاہدات سے بھرپور بنا دیا۔ ان کی تحریروں میں مشرق و مغرب کا تقابل، سماجی تضادات کی نشان دہی اور زبان کی چابک دستی نمایاں ہے۔ وہ عام تجربات کو با معنی ادبی اظہار میں ڈھالتے ہیں۔ اگرچہ ان کے ہاں مزاح بعض اوقات معلومات پر غالب آ جاتا ہے، مگر ان کا انداز قاری کو متاثر کرتا ہے اور اردو سفر نامہ نگاری کو نئی جہت عطا کرتا ہے۔

---

[20] ابنِ انشا، نگری نگری پھرا مسافر، ص ۱۹۴